

الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبَىٰ كَا مَفْهُوم

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

﴿ قُلْ لَا اسْتَلْکُمْ عَلَیْہِ اجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةُ فِی الْقُرْبٰی ۚ ﴾ (شوریٰ ۲۳)

یہ ہے وہ معروف قرآنی فقرہ جس کا فقط ایک حصہ اس وقت زیر بحث ہے اور وہ ہے اِلَّا الْمَوَدَّةُ فِی الْقُرْبٰی مگر چوں کہ اِلَّا بغیر لا کے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس لیے بات لا سے شروع کرنی پڑے گی۔ مگر ٹھہریے!

اس فقرہ میں قل کے مخاطب تو صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں البتہ ﴿لَا اسْتَلْکُمْ عَلَیْہِ اجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةُ فِی الْقُرْبٰی﴾ کے مخاطبین کفار و مشرکین ہیں اور ہمارے اس خیال پر اندرونی اور بیرونی ہر دو طرح کی شہادتیں بھی موجود ہیں..... اندرونی شہادت یہ کہ قرآن اس امر سے پہلے جو امور بیان کر رہا ہے اس کا تعلق مشرکین سے ہے اور یہ امر بھی چوں کہ اس سلسلہ بیان کی ایک کڑی ہے جو اوپر سے چلا آ رہا ہے اس لیے اس کے مخاطب بھی وہی مشرکین ہوئے۔ ملاحظہ ہو مذکورہ بالا آیت کی ماقبل آیت ﴿تَرٰی الظّٰلِمِیْنَ مَشْفِقِیْنَ مِمَّا کَسَبُوْا.....﴾ الخ (شوریٰ ۲۲) آپ ظالموں کو دیکھیں گے وہ اپنے کیے پر خوف زدہ ہوں گے اور دیکھیے آیت مابعد ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰہِ کَذِبًا.....﴾ الخ (شوریٰ ۲۳) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھا۔

اندرونی شہادت کے حق میں اب بعض، اردو میں قرآن حکیم کے علماء تفسیر کے

المودة فی القربی کا مفہوم

حوالے بھی ملاحظہ ہوں ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں ”تم کفار سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا، ہاں اتنا تو ضرور کہتا ہوں کہ اور کچھ نہیں میرے اور اپنے رشتے کے تعلق کا لحاظ تو ضرور رکھو۔“ گویا امرتسری صاحب کے ہاں بھی اس کے مخاطب کفار ہیں۔

عبدالماجد دریا بادی فرماتے ہیں ”(اے اہل قریش!) عزیزوں، قریبوں کی محبت اور ایک دوسرے کی خیر خواہی ضرب المثل کی حد تک شہرت رکھتی ہے۔ عرب میں حقوق قرابت کی پاسداری اور زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ یہ انھیں کے جذبات شرافت سے اپیل ہے، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے یہ کہہ رہے ہیں اور کچھ نہ سہی تو عزیز داری ہی کا خیال کر کے میرے اوپر ظلم و زیادتی سے باز رہو۔“ اس حاشیہ کی ابتداء ہی ”اے اہل قریش!“ کے خطاب سے ہو رہی ہے جو اس امر کی صاف دلیل ہے کہ دریا بادی صاحب کے ہاں بھی اس کے مخاطب قریش مکہ یعنی کفار و مشرکین ہیں۔

نیز عبدالماجد دریا بادی فرماتے ہیں ”مفسر تھانوی نے لکھا ہے کہ مودة فی القربی کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے بعد ایمان مطلوب ہی نہیں بلکہ یہ تو ایمان ہی کا تدریج و لطافت کے ساتھ طریق موصل بتایا ہے۔“ اس حوالہ میں یہ فقرہ پھر پڑھیے ”اس کے بعد ایمان مطلوب نہیں“ مطلب یہ کہ مفسر تھانوی کے نزدیک بھی یہ خطاب کفار سے ہے نہ کہ مومنوں سے۔

محمد مالک کاندھلوی فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار مکہ کو یہ خطاب بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو فرمایا تھا یا قوم لِمَ تَوَدُونَنی وَ قَدْ تَعْلَمُونَ انی رسول اللہ الیکم۔ یعنی اے میری قوم تم مجھے کیوں ستاتے ہو۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تمہاری طرف بھیجا ہوا، تو اس طرح آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا اے میری قوم میں تم سے اس دعوت و تبلیغ اور پیغام نصیحت پر کوئی معاوضہ تو نہیں چاہتا، البتہ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم سے جو قرابت و رشتہ داری ہے اس کے باعث میری طرف کچھ رخ کرو اور میری بات سنو، مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔“ یہ

المودة فی القربی کا مفہوم

اقتباس بھی اس امر کا موید ہے جو ہمارا مقصود بیان ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں: ”اس تقریر کے مخاطب اہل ایمان نہیں بلکہ کفار ہیں۔ اوپر سے ساری تقریر انہی سے خطاب کرتے ہوئے ہوتی چلی آرہی ہے اور آگے بھی روئے سخن انہی کی طرف ہے۔“ ۵

اور امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں ”مطلب یہ ہے کہ قریش کے ان برخود غلط لیڈروں کو آگاہ کر دو کہ تمہاری تمام ناقدریوں، بے زاریوں اور دل آزاریوں کے باوجود میں اس طرح جو اپنے رات دن تمہارے پیچھے ایک کیے ہوئے ہوں تو یہ نہ سمجھو کہ اس میں میری کوئی ذات غرض پوشیدہ ہے۔“

مذکورہ بالا مفسروں کے نزدیک ”لا اسئلکم“ میں کم کے مخاطب بلا اختلاف مشرکین مکہ ہیں۔

اندرونی شہادت کے بعد اب آئیے بیرونی شہادت پر..... بیرونی شہادت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ سورۃ بلا اختلاف کی ہے۔ اس کے مکی ہونے میں شیعوں کو بھی اختلاف نہیں۔ اس ضمن میں فقط یہ حوالہ ہی کافی ہوگا کہ مشہور شیعہ مترجم و محشی فرمان علی نے بھی اس سورۃ کو مکی لکھا ہے۔ گویا اس سورۃ کے مکی ہونے میں سنی و شیعہ ہر دو کا اتفاق ہے اور جب یہ امر اتنا پختہ اور اجماعی ہے تو خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ اس فقرہ کا وہ مفہوم جو اہل بیت سے منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے، وہ درست نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ مکہ میں حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کا عقد مسنونہ ہی نہیں ہوا تھا اور جب یہ نکاح ہی نہیں ہوا تو حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کیسے موجود ہو سکتے تھے؟ پھر مکہ میں اس فقرہ کا انتساب ان ہستیوں سے منسوب کرنا کہاں تک درست ہو سکتا تھا؟ اس پر اہل انصاف خود غور فرمائیں۔

مزید اطمینان کے لیے ذیل میں چند حوالے اور ملاحظہ ہوں:

المودة فی القربی کا ملبوم

امین احسن اصلاحی کے بقول ”سورہ کے مطالب پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکی دور کے آخر میں ہجرت سے متصل زمانے میں نازل ہوئی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قریش کے لیڈروں کو اس میں جو خطاب ہے اس کی نوعیت و داعی خطاب کی ہے۔“ سید ابو الاعلیٰ مودودی کے بقول ”اول تو جس وقت مکہ معظمہ میں سورۃ شوریٰ نازل ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت علیؑ و فاطمہؑ کی شادی تک نہیں ہوئی تھی، اولاد کا کیا سوال۔“ صلاح الدین یوسف کے بقول ”پھر یہ آیت اور سورۃ مکی ہے جبکہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے درمیان ابھی عقد زواج بھی قائم نہیں ہوا تھا۔ یعنی ابھی وہ گھرانہ معرض وجود میں ہی نہیں آیا تھا جس کی خود ساختہ محبت کا اثبات اس آیت سے کیا جاتا ہے۔“ اور محمد مالک کاندھلوی کے بقول ”سورہ شوریٰ بالاتفاق مکی سورۃ ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا نکاح حضرت علیؑ سے مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ہوا اور حضرت حسن بن علیؑ غزوہ بدر کے بعد ۳ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت حسینؑ ۴۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور جب یہ سورۃ مکی ہے تو لامحالہ یہ آیت حسن و حسینؑ کی پیدائش سے قبل نازل ہو چکی تھی، تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر ایسی قرابت سے فرمائیں، جس کا اس وقت کہیں وجود ہی نہیں، بالخصوص اس صورت میں کہ القربیٰ معرف بالام ہے اور معرفہ وہاں لایا جاتا ہے، جہاں مخاطبین کو معلوم اور ان کے نزدیک معروف ہو اور جو پیدا بھی نہیں ہوا وہ مخاطبین کو معروف و معلوم کیسے ہو سکتا ہے۔“..... الخ ۱۱۔

جیسا کہ ابتداء میں کہا گیا تھا کہ اس فقرہ کا صحیح اور کامل ابلاغ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ تعین نہ ہو جائے کہ اس کا مخاطب کون ہے؟ چنانچہ مذکورہ بالا معروضات و حقائق کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ اس جملہ کے مخاطب مسلمان نہیں بلکہ کفار و مشرکین مکہ ہیں۔ اس وضاحت کے بعد اب ہم ذیل میں اس آیت کے مختلف اردو تراجم کا ایک جائزہ پیش کرتے ہیں۔

اس آیت کا سب سے زیادہ اور کثرت سے ہونے والا ترجمہ وہ ہے جو قرابت

المودة فی القرنی کا مفہوم

یا رشتہ داری کی محبت پر مشتمل ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک ترجمہ ملاحظہ ہو۔
 ”آپ فرما دیجیے اس (تبلیغ رسالت) پر میں تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا،
 قرابت کی محبت کے سوا۔“ (احمد سعید کاظمی) اس مفہوم پر مشتمل، جن مترجمین کے ترجمے
 ہمیں ملتے ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں شاہ عبدالقادر دہلوی، شاہ رفیع الدین
 دہلوی، ڈپٹی نذیر احمد، عبدالحق حقانی، احمد رضا خان بریلوی، محمود حسن، اشرف علی تھانوی،
 احمد سعید دہلوی، ثناء اللہ امرتسری، عبدالماجد دریا بادی، فتح محمد جالندھری، محمد جونا گڑھی،
 سید ابوالاعلیٰ مودودی اور پیر محمد کرم شاہ الازہری وغیرہم۔

اس آیت کا دوسرا ترجمہ یہ کیا گیا ہے جو شیعہ مکتب فکر کا ترجمان ہے۔
 (اے رسول!) تم کہہ دو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں
 (اہلبیت) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔“ (فرمان علی)
 اس آیت کا تیسرا ترجمہ یہ کیا گیا ہے:
 ”کہہ دو کہ میں نہیں مانگتا، تم سے اس پر کوئی اجر مگر دوستی قرابت داری کی۔“
 (محدث کچھوچھوی)

اس آیت کا چوتھا ترجمہ یہ کیا گیا ہے:
 ”کہہ دو کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، مگر قریبوں میں باہم محبت (چاہتا
 ہوں) (محمد علی)۔“

اس آیت کا پانچواں ترجمہ یہ کیا گیا ہے:
 ”تو کہہ دے میں اپنی خدمت کے بدلہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے
 اس محبت کے، جو اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے کی جاتی ہے۔“ (مرزا بشیر الدین
 محمود قادیانی)

اس آیت کا چھٹا ترجمہ یہ کیا گیا ہے:

المودة فی القربی کا مفہوم

”کہہ دو کہ میں اس پر تم سے کسی صلہ کا طالب تو ہوں نہیں، بس قرابت کا حق ہے جو ادا کر رہا ہوں“۔ (امین احسن اصلاحی)

اب ذیل میں مذکورہ بالا تراجم کو تفاسیر کی روشنی میں دیکھیے:
سب سے پہلے اول الذکر ترجمے کی رو سے ہونے والی بعض تفاسیر کے منتخبات ملاحظہ ہوں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

إلا حرف استثناء ہے۔ یہاں مستثنیٰ منقطع ہے یعنی المودة فی القربی جو مستثنیٰ ہے۔ یہ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں تاکہ آیت کا یہ مفہوم ہو کہ تم سے کوئی اجر، کو بیعاً و ضماً، طلب نہیں کرتا مگر یہ اجر طلب کرتا ہوں کہ تم آپس میں پیار اور محبت کرو۔ تقریباً یہی مفہوم ایک دوسری آیت میں بیان کیا گیا۔ ﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَهًا لِّكُمْ سُبُلًا﴾۔ (الفرقان) یعنی میں اس پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا، میرا یہی اجر ہے کہ تم میں سے کون معرفتِ الہی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس آیت کا بھی یہی مقصد ہے کہ میں تم سے اپنے لیے کوئی اجر طلب نہیں کرتا، سوائے اس کے کہ تم آپس میں محبت اور پیار کرنے لگو“۔

گویا ”قرابت کی محبت“ کا مطلب پیر صاحب کے نزدیک یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات کے لیے لوگوں سے محبت مطلوب نہیں اور نہ ہی ان کے قرابتداروں سے دوستی، قرابت یا رفاقت مطلوب ہے۔ بلکہ لوگوں کے مابین وہ قرابت یا قرابتداری مطلوب ہے، جو باہم ہو اور اس باہمی الفت و محبت اور دوستی و مودت کے نتیجے میں انسانی معاشرہ کے تمام افراد، ایک دوسرے کے حقوق پہنچانے اور ادا کرنے لگ جائیں اور بس.....

قرابت کی محبت کی جو تفسیر پیر صاحب نے فرمائی ہے وہ بلاشبہ نہایت عمدہ ہے۔

المودة فی القربی کا مفہوم

اس تفسیر کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت دے رہے ہیں اس کا فائدہ انہی مخاطبین کے لیے بیان بھی کر رہے ہیں جو بالآخر ان کو مل کر رہے گا۔ بالکل اس مثال کی طرح جیسے کوئی استاد، اپنی کلاس میں طالب علموں سے کہے کہ میں تمہیں جو پڑھا رہا ہوں اس کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں مانگ رہا، بجز امتحان میں کامیابی کے۔ ﴿الأمودة فی القربی﴾ کی یہ بہترین تفسیر ہے۔

اب ایک دوسری تفسیر ملاحظہ ہو۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

”آیت موصوفہ کو باقاعدہ عربی اور با اصلاح قرآن مجید دیکھا جائے تو مطلب بالکل صاف ہے۔ القربی مصدر ہے بمعنی قرابت۔ اسی لیے اس پر ذوا اور ذامضاف کیصورت میں آتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے ات ذالقربی حقہ (قرابت داروں کو انکے حقوق دیا کرو) اس قربی کے استعمال میں مامور کی قرابت کا ضرور لحاظ ہوتا ہے۔ مثلاً یہ جو حکم ہے کہ ات ذالقربی حقہ اس میں قرابت سے مراد وہی قرابت ہے جس کا تعلق مخاطب سے ہے۔ ایسی قرابت مراد نہیں ہو سکتی، جس سے مخاطب بالکل بے تعلق ہو مثلاً ہم اپنی زبان میں بطور وعظ کہیں، مسلمانو! قرابت داروں کے حقوق ادا کیا کرو۔ تو مراد اس سے یہی ہوگی کہ مخاطبو! اپنے قرابت داروں سے سلوک کیا کرو۔ یہ نہیں کہ واعظ کے قرابت داروں کے حقوق ادا کرو۔ ایسا کہنا قطع نظر خود غرضی کے کچھ موزوں بھی نہیں۔ پس معنی آیت موصوفہ کے وہی صحیح ہیں جو ہم نے تفسیر میں کیے ہیں۔ ان معنی کی تائید دوسری آیت سے ہوتی ہے جس میں کفار کی مذمت ان لفظوں میں کی گئی ہے۔

﴿لا یرقبون فی مومن الا و لا ذمہ﴾ (پ ۱۰ ع ۸) یہ کفار مومن کے حق

میں نہ رشتہ کا لحاظ کرتے ہیں۔ نہ وعدہ کا۔ ایسے لوگوں کو کہا گیا ہے کہ میں تم کفار سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا، ہاں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ اور کچھ نہیں میرے اور اپنے رشتہ کے تعلق کا لحاظ تو ضرور رکھو۔

المودة فی القرابی کا مفہوم

ان معنی سے الالمودة، متشبی منقطع ہی ہوگا جیسے ان معنی سے بھی منقطع ہے،
(اللہ اعلم)۔

ہمارے نزدیک امرتسری صاحب کے حاشیے میں تناقض پایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ ”مسلمانو! قرابت داروں کے حقوق ادا کیا کرو“ اور قرابت داروں سے مراد وہ مخاطبین کو لیتے ہیں نہ کہ متکلم کو اور اگر متکلم کو مراد لیا جائے تو یہ ان کے نزدیک ”قطع نظر خود غرضی کے، کچھ موزوں بھی نہیں..... اور دوسری طرف وہ فرماتے ہیں کہ ”اور کچھ نہیں میرے اور اپنے رشتہ کے تعلق کا لحاظ تو ضرور رکھو“۔ کیا متکلم کا اپنے مخاطبین سے یہ کہنا، خود ان کے بقول غیر موزوں نہیں۔

نیز موصوف الالمودة کو متشبی منقطع قرار دیتے ہیں۔ مگر اجر رسالت کی طلب کو خود ان کے حق میں تسلیم کر کے متشبی متصل کے تحت تفسیر کرتے ہیں، جو ہمارے خیال میں ان کے حاشیے میں تناقض کی دوسری مثال ہے۔

اب ایک تیسری تفسیر ملاحظہ ہو:

محمد مالک کا ندھلوی فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار مکہ کو یہ خطاب بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا تھا۔ ﴿يَا قَوْمِ لِمَ تَدْعُونَني وَ قَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ﴾ یعنی اے میری قوم تم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تمہاری طرف بھیجا ہوا تو اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اے میری قوم میں تم سے اس دعوت و تبلیغ اور پیغام نصیحت پر کوئی معاوضہ تو نہیں چاہتا البتہ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم سے جو قرابت و رشتہ داری ہے اس کے باعث میری طرف کچھ رخ کرو اور میری بات سنو، مجھے ایذا نہ پہنچاؤ“..... الخ ۱۵۔

نیز فرماتے ہیں:

المودة فی القربی کا مفہوم

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں **إِلَّا الْمَوَدَّةُ** فی القربیٰ کے یہی معنی منقول ہیں..... ابن جریر طبریؒ، حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ، بخویؒ، امام رازیؒ اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ، غرض جملہ اکابر ائمہ مفسرین اور امت کے تمام محدثین بالعموم یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ عامر شعبیؒ، ضحاک، علی بن ابی طلحہ عوفی اور یوسف بن مہرانؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ انہی مفسرین میں سے مجاہدؒ، قتادہؒ اور عکرمہؒ نے اس کو اختیار کیا۔

نیز فرماتے ہیں:

الغرض اس تفسیر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ **﴿إِلَّا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبَى﴾** میں استثناء، استثناء متصل نہیں بلکہ استثناء منقطع ہے۔ استثناء متصل ہونے کی صورت میں تو مراد ”میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت و معاوضہ نہیں مانگتا۔ بجز اس معاوضہ محبت قرابت کے یعنی تبلیغ رسالت کے معاوضہ سے مجھ کو بس یہ معاوضہ محبت قرابت مطلوب ہے۔“ مگر اس کے برعکس روایات مذکورہ کی بناء پر استثناء منقطع ہوگا، جہاں مستثنیٰ، مستثنیٰ کی جنس سے نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے **﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا﴾** میں جس طرح استثناء برد اور شرابا سے حمیم و غساق کا کیا گیا کیوں کہ یہ ماقبل کی جنس سے نہیں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ دوزخی نہیں چکھ سکیں گے، کوئی ٹھنڈک اور نہ ہی کوئی پینے کی چیز مگر کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ (زخموں کی) تو استثناء منقطع ہے۔ اسی طرح **﴿إِلَّا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبَى﴾** استثناء منقطع ہے، اس لیے کہ مودة فی القربیٰ جنس اجرت سے نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مودة فی القربیٰ تبلیغ رسالت کا کسی قسم کا معاوضہ ہے اور آیت کی مراد صاف طور سے یہی ہے کہ میں تم سے کسی قسم کی اجرت کا طالب نہیں، البتہ صرف اس محبت کو یاد دلانا ہوتا ہے، جس کا میں بحق قرابت مستحق اور امیدوار ہوں اور ظاہر ہے کہ اس محبت کا یاد دلانا بھی اپنی کسی منفعت کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ بھی صرف تمہارے ہی نفع کے لیے ہے اور یہ

المودة فی القربی کا مفہوم

بات قطعی ہے کہ حق قرابت کو یاد دلانا یہ کوئی اجرت و معاوضہ نہیں کہلایا جاسکتا۔

الفاظ آیت کی دلالت اس مراد کو متعین کر رہی ہے تمام اہلسنت حضرات اور ائمہ مفسرین نے اسی کو اختیار کیا جیسا کہ بیان کیا گیا۔ نیز آیت میں لفظ فی القربی بھی اسی معنی کی تائید کر رہا ہے۔

اس آیت کی سب سے زیادہ کی جانے والی تفسیر یہی ہے جو بہت مناسب اور محتاط لفظوں میں کی گئی ہے۔ تاہم اس میں بھی وہی خامی پائی جاتی ہے جو اکثر تفسیروں میں ہے یعنی اجرت رسالت کا اثبات بحق رسالت، اس تفسیر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہر حال اپنی رسالت کا اجر، کسی نہ کسی صورت میں مانگنا ظاہر ہوتا ہے جو ہمارے خیال میں شان نبوت کے منافی ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری کے بقول ”یہودی اور عیسائی ہمیں طعنہ دے سکتے ہیں کہ ہمارے رہنماؤں نے تو یہ اعلان کیا کہ ﴿لَا اسئلكم علیہ اجرا﴾ ان اجری الا علی رب العلمین ﴿﴾ اور تمہارے رسول نے تو مودة قربی کا مطالبہ کر کے اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ طلب کیا۔ (العیاذ باللہ)

اب ایک چوتھی تفسیر ملاحظہ ہو۔

نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کے درمیان مودت، محبت واجب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ المومنون و المومنات بعضهم اولیاء بعض اور حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان مثل ایک عمارت کے ہیں جس کا ہر ایک حصہ دوسرے حصے کو قوت اور مدد پہنچاتا ہو، جب مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت واجب ہوئی تو سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس قدر محبت فرض ہوگی۔ معنی یہ ہیں کہ میں ہدایت و ارشاد پر کچھ اجرت نہیں چاہتا لیکن قرابت کے حقوق تو تم پر واجب ہیں۔ ان کا لحاظ کرو اور میرے قرابت والے تمہارے بھی قرابتی ہیں۔ انھیں اذانہ دو..... الخ ۱۹۔

اس تفسیر میں منطقی ترتیب سے اہلیت کی محبت کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلے مومنوں

المودة فی القربی کا مفہوم

کی باہمی محبت کو، جو واجب ہے، پھر آنحضرت ﷺ کی محبت کو جو فرض ہے اور پھر آنحضرت کے قرابت والوں کو ایذا نہ دینے کا ذکر کیا گیا ہے جو ہمارے ہاں بالعموم محبت کرنے پر محمول کیا جاتا ہے..... اگرچہ ایذا نہ دینے کو محبت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ ایذا نہ دینا اور ہے، محبت کرنا اور ہے اور ان دونوں میں فرق بہت واضح ہے۔

اب ایک پانچویں تفسیر ملاحظہ ہوں :

مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں:

”یعنی تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو، اسلامی قرابت کا لحاظ

رکھو“ رب فرماتا ہے ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ﴾۔

یہ وہ مفہوم ہے جو پیر کرم شاہ الازہری کے ہاں بہت عمدگی سے بیان ہوا ہے۔ نیز وہ (یعنی مفتی نعیمی) اس قرآنی فقرہ کی دوسری تفسیریوں فرماتے ہیں: ”یا مجھ سے قرابت روحانی کی بناء پر محبت کرو کہ تم سب کی اصل ہوں“۔ علتِ مودت کے پہلو سے یہ وہ تفسیر ہے جس میں ہمارے نزدیک مفتی صاحب کو تفرد حاصل ہے۔ یہ تفسیر اگر کسی اور نے بھی کی ہو تو وہ ہمارے علم میں نہیں۔ (واللہ اعلم) بہر حال اجرِ رسالت کے حوالہ سے یہ تفسیر بھی معرضِ اعتراض میں ہے۔ فقط قرابت یا قرابتِ روحانی سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اپنی علت کے اعتبار سے تو دونوں ایک ہیں۔

اس آیت کا دوسرا ترجمہ شیعہ عقائد کا ترجمان ہے جو بنیادی طور پر روایات سے اخذ کر کے کیا گیا ہے۔ یہ روایات شیعہ اور سنی کتب میں بالعموم نقل ہوئی ہیں۔ ان روایات کی بنیاد پر یہاں قربی کا معنی ذوی القربی یعنی قرابت دار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم اس ترجمہ کو تحقیقی زاویہ سے دیکھتے ہیں۔

یہ امر واضح رہے کہ پہلے ترجمے کی رو سے القربی کا مفہوم قرابت و رشتہ داری

المودة فی القربی کا مفہوم

ہے، جو بمطابق لغت بالکل درست ہے۔ البتہ اس دوسرے ترجمے کی رو سے قربی کے معنی قرابت دار کیے جاتے ہیں حالاں کہ اس معنی کے لیے بالعموم جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ الْقُرْبَاء ہے جسے کریم کی جمع کُرَمَاء لفظ القربی، اپنی وضع عربیہ کی رو سے یہ مفہوم ادا نہیں کرتا۔ اس ضمن میں محمد مالک کا ندھلوی رقم طراز ہیں:

”حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبَى﴾، تو اگر کسی تاویل کے ذریعے القربی سے ذوی القربی یعنی قرابت والے مراد لیے جائیں تو پھر کلام خداوندی میں القربی یعنی قرابت داروں کے واسطے نہ کہ فی القربی جیسے کہ آیت مبارک میں ہے اور قرآن میں جہاں بھی کہیں قرابت داروں کا ذکر ہے۔ وہاں لفظ ذوی القربی کا لایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى﴾ اور آیت ما افاء الله على رسوله من اهل القربى لله وللرسول و لذی القربی۔ اور اس طرح ﴿فَاتِذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّةً﴾ اور اتی المال علیٰ حبہ ذوی القربی، غرض جہاں بھی کہیں قرآن کریم کو قرابت داروں کا ذکر مقصود تھا وہاں لفظ ذوی القربی آیا ہے نہ کہ فی القربی۔ تو یہ بات واضح ہے کہ فی القربی کا مفہوم وہی ہے جو اہل حق نے بیان کیا اور تمام ائمہ مفسرین سلف اور حضرات صحابہ سے نقل کیا گیا۔“

نیز کا ندھلوی صاحب فرماتے ہیں:

”قرآن نے انبیاء علیہم السلام کے واجب الاتباع ہونے کی دلیل بھی بیان کی ہے وہ طالب اجرت نہیں ہوتے جیسا کہ سورہ یٰسین ﴿اتَّبِعُوا مِنْ لَایَسْتَلِکُمْ اَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾۔ یعنی ان لوگوں کی پیروی کرو، جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں تو آیت ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبَى﴾ کا یہ مطلب تجویز کرنا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طالب اجرت ہونا لازم آتا ہے۔ یہ آپ کے لازم الاتباع ہونے کو ساقط کر دے گا“

نیز فرماتے ہیں:

”آیت مبارکہ کا یہ مطلب تجویز کرنا سراسر شانِ نبوت اور منصبِ رسالت کے

(۱) ﴿ قُلْ لَا اسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾. (سورة انعام)

(۳) ﴿ام تَسْتَلْهُمْ خُرْجاً فَخَرَجَ رَبُّكَ خَيْرٌ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾. (سورة المؤمنون)

(۴) ﴿ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مِنْ شَاءِ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَيَّ رِبًّا سَبِيلًا ﴾
(سورۃ فرقان)

(۵) ﴿ قل ما سألتکم من اجر فهو لکم ان اجرى الا
على الله و هو على کُل شیء شهيد ﴾. (سورہ سبا)

(٦) ﴿ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ

المودة فی القرنی کا مفہوم

للعلمین ﴿۷﴾ . (سورۃ ص)

﴿۷﴾ اَم تَسْتَلِم اَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَّغْرَمٍ مَثْقُلُونَ ﴿۷﴾ (سورۃ طور)

تو ان تمام آیات کے ہوتے ہوئے ایسا کوئی مطلب اختراع کرنا، جس سے منصب رسالت کی ذمہ داریاں ادا کرنے پر اجرت و نفع کا طلب کرنا لازم آتا ہو، کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر بالفرض ایسا کوئی مضمون تصور کیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ دوسرے انبیاء سے گھٹ جائے کیوں کہ کسی اور پیغمبر نے تو اداء رسالت پر اس چیز کا مطالبہ نہیں کیا کہ اس کی اولاد اور قرابت داروں سے اس قسم کے منافع اور فوائد پہنچانے کا معاملہ کیا جائے۔

سید مودودی فرماتے ہیں:

تیسرا گروہ ”قرنی“ کو اقارب (رشتہ داروں) کے معنی میں لیتا ہے اور آیت کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ ”میں تم سے اس کام پر کوئی اجر اس کے سوا نہیں چاہتا کہ تم میرے اقارب سے محبت کرو“۔ پھر اس گروہ کے بعض حضرات اقارب سے تمام بنی عبدالمطلب مراد لیتے ہیں اور بعض اسے صرف حضرت علی و فاطمہ اور ان کی اولاد تک محدود رکھتے ہیں۔ یہ تفسیر سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب سے منقول ہے اور بعض روایات میں یہی تفسیر ابن عباس اور حضرت علی بن حسین (زین العابدین) کی طرف منسوب ہے۔ لیکن متعدد وجوہ سے یہ تفسیر کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اول تو جس وقت مکہ معظمہ میں سورۃ شوریٰ نازل ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت علی و فاطمہ کی شادی تک نہیں ہوئی تھی، اولاد کا کیا سوال؟ اور بنی عبدالمطلب میں سب کے سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض کھلم کھلا دشمنوں کے ساتھی تھے۔ ابولہب کی عداوت کو تو ساری دنیا جانتی ہے۔ دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار صرف بنی عبدالمطلب ہی نہ تھے آپ کی والدہ ماجدہ، آپ کے والد ماجد اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ کے واسطے سے قریش کے تمام گھرانوں میں آپ کی رشتہ داریاں تھیں اور

المودة فی القرابی کا مفہوم

ان سب گھرانوں میں آپؐ کے بہترین صحابی بھی تھے اور بدترین دشمن بھی۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ کس طرح ممکن تھا کہ ان سب اقرباء میں سے آپ صرف بنی عبدالمطلب کو اپنا شتہ دار قرار دے کر اُس مطالبہ محبت کو انہی کے لیے مخصوص رکھے۔ تیسری بات جو ان سب سے زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ ایک نبی، جس بلند مقام پر کھڑا ہو کر دعوت الی اللہ کی پکار بلند کرتا ہے۔ اس مقام سے اس کا عظیم پر یہ اجر مانگنا کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت کرو، اتنی گری ہوئی بات ہے کہ کوئی صاحب ذوق اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ نے اپنے نبی کو یہ بات سکھائی ہوگی اور نبی نے قریش کے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بات کہی ہوگی۔ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے جو قصے آئے ہیں ان میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی پر بنی اٹھ کر اپنی قوم سے کہتا ہے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ رب العلمین کے ذمہ ہے۔ (یونس، ۷۲۔ ہود، ۲۹۔ الشعراء ۱۰۹۔ ۱۲۷۔ ۱۳۵۔ ۱۶۴۔ ۱۸۰) سورہ یسین میں نبی کی صداقت جانچنے کا معیار یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی دعوت میں بے غرض ہوتا ہے۔ (آیت نمبر ۲۱) خود نبی کی زبان سے قرآن پاک میں بار بار یہ کہلوا یا گیا ہے کہ میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ (الانعام ۹۰، یوسف ۱۰۴، المؤمنون ۷۲، الفرقان ۵۷، السبا ۴۷، ص ۸۶، طور ۴۰، القلم ۴۶) اس کے بعد یہ کہنے کا آخر کیا موقع ہے کہ میں اللہ کی طرف بلانے کا جو کام کر رہا ہوں اس کے عوض تم میرے رشتہ داروں سے محبت کرو۔ پھر یہ بات اور بھی بے موقع نظر آتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس تقریر کے مخاطب اہل ایمان نہیں بلکہ کفار ہیں۔

مذکورہ بالا ہر دو حضرات کی تفاسیر میں جو دلائل عقلی و نقلی دیئے گئے ہیں، بلاشبہ وہ اس لائق ہیں کہ انہیں تسلیم کیا جائے اور دل میں جگہ دی جائے۔

اس آیت کا تیسرا ترجمہ وہ ہے جو سید محمد محدث کچھوچھوی نے کیا ہے۔ ۲۶

”کہہ دو میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی اجر، مگر دوستی قرابت داروں کی“

یہ ترجمہ، ایک پہلو سے اس ترجمے جیسا ہے جو اوپر مذکور ہوا لیکن دوسرے پہلو

المودة فی القربی کا مفہوم

سے اس کی دوسری تاویل بھی ممکن ہے۔ دوسری تاویل کے مطابق اس میں لفظ ”قربت دار“ عام ہوگا۔ یعنی جہاں ”قربت دار“ متکلم کا ہو سکتا ہے وہیں مخاطبین کا بھی ہو سکتا ہے۔ اس اعتبار سے آیت کا مفہوم یہ بنا کہ میں تم لوگوں کی دوستی تمہارے قربت داروں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ مگر ظاہر ہے کہ پہلی تاویل کی طرح یہ تاویل بھی محل نظر بلکہ مہمل ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار و مشرکین میں باہمی دوستی کو اپنی تبلیغ رسالت کا اجر کیوں قرار دیں گے؟ البتہ اگر یہاں ”قربت داروں“ کی تاویل وہ کی جائے جو پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر میں کی گئی ہے تو پھر ترجمہ ”مطابق سیاق کلام ہو کر درست ہو جائے گا۔

اس آیت کا چوتھا ترجمہ محمد علی کا ہے۔ ملاحظہ ہو:

”کہہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ مگر قریبوں میں باہم محبت (چاہتا ہوں)۔“

اس ترجمہ کی تفسیر میں محمد علی فرماتے ہیں:

﴿الا المودة فی القربی﴾ میں الا استثناء منقطع ہے اور اس سے مراد یا تو یہ ہے جیسا کہ عبداللہ ابن القاسم سے مروی ہے کہ میں تم سے کوئی اجر یا اپنی ذات کے لیے کوئی منفعت نہیں چاہتا۔ اگر چاہتا ہوں تو صرف یہی چاہتا ہوں کہ تم باہم محبت سے رہو یعنی اس میں اتفاق و یگانگت کی تعلیم ہے اور یا جیسا کہ حسن سے مروی ہے۔ قربی بجائے قربت ہے اور مراد قرب الہی کا حاصل کرنا ہے یعنی تم سے یہ چاہتا ہوں کہ اعمال صالحہ سے اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے کی تڑپ اپنے دلوں میں پیدا کرو۔ (روح المعانی) اور ان آخری معنوں پر خود قرآن کریم کی شہادت ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ الْهٰی رَبَّهُ سَبِيلًا۔ (الفرقان ۵۷-۵۵)

یعنی میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جو کوئی چاہے اپنے رب

المودة فی القربی کا مفہوم

کی طرف رستہ اختیار کرے۔ اب دونوں جگہ ایک ہی لفظ ہیں کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور دونوں جگہ بعد میں اِلَّا آتا ہے، جو منقطع ہی ہو سکتا ہے نہ کہ متصل۔ پھر ایک جگہ اِلَّا کے بعد یہ لفظ ہیں کہ جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے اور دوسری جگہ مودت فی القربی ہے۔ پس یا تو مودت فی القربی سے مراد حصولِ قرب الہی کی تڑپ اور محبت ہی ہے اور دونوں آیتیں ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں اور یا ایک جگہ الیٰ ربہ سمیلا کہہ کر حقوق اللہ کی طرف اور دوسری جگہ مودت فی القربی کہہ کر حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی ہے۔

یہ تفسیر گو اپنی جگہ بہت عمدہ ہے مگر مسئلہ پھر وہی ہے کہ جو اوپر کے ترجمہ میں مؤخر الذکر تاویل پر تبصرہ کے طور پر بیان کیا گیا ”قربییوں میں باہم محبت“ سے مراد اگر مسلمان لیے گئے ہیں تو بلاشبہ یہ امر بجائے خود دین میں مستحسن اور مطلوب ہے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ آیت میں اس امر کے مخاطب مسلمان نہیں بلکہ کفار ہیں۔ اس لیے یہ ترجمہ بھی محدث کچھ چھوی کے ترجمے کی طرح مطابق سیاق عبارت نہیں مگر تفسیر چونکہ مطابق سیاق کلام ہے اس لیے موصوف کا ترجمہ، ان کی تفسیر کی روشنی میں درست قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس آیت کا پانچواں ترجمہ یہ کیا گیا ہے:

”تو کہہ دے میں اپنی خدمت کے بدلہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے اس محبت کے جو اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے کی جاتی ہے“۔ (مرزا بشیر الدین محمود)

اس ترجمہ کی تفسیر بایں الفاظ کی گئی ہے:

”شیعہ لوگ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ میں اور کوئی اجر نہیں مانگتا، صرف میرے رشتہ داروں سے محبت کرو۔ حالانکہ یہ بھی تو اجر ہے۔ اس آیت کے اصل معنی وہی ہیں جو ہم نے کیے ہیں۔ المودة فی القربی، چاہتا ہوں، یعنی بحیثیت رسول اس کا مطالبہ کرتا

المودة فی القربی کا مفہوم

ہوں کہ جو قریب ترین رشتہ داروں سے کی جاتی ہے، وہ مجھ سے کرو، چنانچہ ایک دوسری جگہ اس مضمون کو واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ خدا اور رسول سے رشتہ داروں سے بھی زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكَنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾ (سورۃ التوبہ ۲۴) یعنی اگر تمہیں خدا اور اس کے رسول کے مقابل پر اپنے والدین، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں اور رشتہ داروں سے زیادہ محبت ہے اور اس طرح خدا اور رسول کے مقابلے میں اپنے اموال اور تجارتیں اور جائیدادیں زیادہ پسند ہیں تو پھر اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ جو یہ بتا دے گا کہ تم غلط طریقہ اختیار کیے ہوئے تھے۔ پس اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ہر مومن کو رشتہ داروں سے بڑھ کر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنی چاہیے۔ یعنی اس کی بات کے مقابلہ میں کسی رشتہ دار کی بات نہیں ماننی چاہیے۔^{۲۸}

اس تفسیر پر ہمیں بھی وہی اعتراض ہے جو انھیں شیعہ لوگوں کے معنی پر تھا۔ اگر اپنے رشتہ داروں سے محبت کی طلب، اجر ہے تو اپنی محبت کی طلب بھی تو اجر ہے..... دوسری بات یہ کہ مترجم و مفسر نے اس آیت کا مخاطب، مسلمانوں کو سمجھا ہے۔ حالاں کہ گزشتہ صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ اس آیت کا سلسلہ بیان مسلمانوں سے خطاب پر مشتمل ہے ہی نہیں۔ لہذا ہمارے نزدیک یہ ترجمہ مطابقتی سیاق کلام نہیں۔

اس آیت کا چھٹا ترجمہ یہ کیا گیا ہے:

”کہہ دو کہ میں اس پر تم سے کسی صلہ کا طالب تو ہوں نہیں، بس قرابت کا حق ہے جو ادا کر رہا ہوں۔“ (امین احسن اصلاحی)

راقم کے خیال میں تاریخ ترجمہ نگاری میں یہ اپنی نوعیت کا واحد ترجمہ ہے، جس

المودة فی القربی کا مفہوم

میں مترجم نے قرابت کی محبت کو ”قرابت کا حق“ قرار دے کر اسے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب کر دیا ہے..... اس ترجمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اجرت رسالت کے سوال کا ادنیٰ شائبہ بھی پیدا نہیں ہونے دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ترجمہ اصلاحی صاحب کے تفردات میں شامل ہے۔

اس ترجمہ کی تفسیر میں اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

’یہاں استثناء میرے نزدیک منقطع اور قربی مصدر کے مفہوم میں پچیس طرح زلفی اور بشری وغیرہ اسوزن کے دوسرے الفاظ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ قریش کے ان برخود غلط لیڈروں کو آگاہ کر دو کہ تمہاری تمام ناقدریوں، بے زاریوں اور دل آزاریوں کے باوجود میں اس طرح جو اپنے رات دن تمہارے پیچھے ایک کیے ہوئے ہوں تو یہ نہ سمجھو کہ اس میں میری کوئی ذاتی غرض پوشیدہ ہے جس کے لیے خدا کی طرف سے اس فضل عظیم کی بشارت ہے، جس کا اوپر ذکر ہوا۔ وہ بھلا تم سے کسی صلہ و معاوضہ کا طالب کیا ہوگا۔ میری یہ ساری سرگرمیاں اور بے قراریاں اس وجہ سے ہیں کہ میں اس حق قرابت سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں جو تمہارے اور میرے مابین ہے۔ تم میرے خاندان اور میری قوم کے لوگو، اس وجہ سے مجھ پر یہ حق ہے کہ جو ہدایت اور آگاہی خدا کی طرف سے میں لے کر آیا ہوں۔ اس سے سب سے پہلے تم کو آگاہ کروں اور جس رحمت کی منادی کر رہا ہوں اس میں سب سے پہلے تمہیں شریک کرنے کی کوشش کروں۔

یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ہمیشہ سے یہ سنت رہی ہے کہ انھوں نے اپنی دعوت کا آغاز اپنے خاندان اور قبیلہ کے لوگوں سے کیا اور جب تک ان سے وہ مایوس نہیں ہو گئے ہیں اس وقت تک انھوں نے دوسروں کی طرف توجہ نہیں کی ہے۔ اسی سنت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اول اول یہ ہدایت ہوئی کہ واندز عشیرتک الاقربین (الشعراء ۲۱۴) (تم اپنے قریبی خاندان والوں کو آگاہ کر دو) آپ کے

المودة فی القربی کا مفہوم

یہ قریبی قریش تھے جن کو پورے عرب کی دینی و سیاسی پیشوائی حاصل تھی۔ آپ نے سب سے پہلے ان کو انذار کیا اور ان کی تمام تعدیوں کے باوجود اس وقت تک آپ اس کام میں لگے رہے، جب تک انھوں نے اپنی ہٹ دھرمی سے مایوس نہیں کر دیا۔ بالآخر جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ آپ کے قتل و اخراج کے مشورے ہونے لگے تب آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔

اصلاحی صاحب مزید فرماتے ہیں:

استاذ امام اس آیت کو ذرا مختلف زاویہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ اس استثناء کو استدراک کے مفہوم میں لیتے ہیں اور آیت کی تاویل سورہ سبا کی آیت نمبر ۴۷ ﴿قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنَّ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾ (کہہ دو کہ میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو تمہارے ہی لیے مانگا ہے۔ میرا اجر تو اللہ ہی کے ذمہ ہے) کی روشنی میں کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ میں جو تمہیں صلہ رحم، ادائے حقوق، اور انفاق کی دعوت دیتا ہوں تو یہ نہ سمجھو کہ میں کوئی ذاتی غرض سامنے رکھ کر رہا ہوں بلکہ یہ تمہاری ہی دنیا اور آخرت کی بہبود کے لیے ہے۔ یہ مال تمہارا یا غنیاء سے لے کر تمہارے ہی غرباء میں تقسیم کر دیا جائے گا اور اس طرح میں تمہیں مودت فی القربی کی راہ دکھا رہا ہوں۔ اس میں میرا کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہے۔

یہ امر یہاں رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال زکوٰۃ سے اپنے اور اپنے قریاء کے لیے کسی قسم کا استفادہ جائز نہیں رکھا تھا تاکہ اس طرح کی بدگمانی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔

ان دونوں تاویلوں میں زیادہ بعد نہیں ہے اس لیے انقطاع اور استدراک دونوں ایک ہی نوع کی چیز ہے، تاہم دونوں میں کچھ فرق ہے۔ مجھے اگرچہ اپنی تاویل پر زیادہ اطمینان ہے تاہم میں مولانا کی تاویل کو غلط نہیں کہتا۔

۳۰ میرے نزدیک آیت کی صحیح تاویل یہی ہے جو اوپر بیان ہوئی..... الخ

المودة فی القربی کا مفہوم

خلاصہ کے طور پر عرض ہے کہ المودة فی القربی کے متعدد تراجم، گزشتہ صفحات میں درج کیے گئے۔ ہمارے متذکرہ بالا منتخب کردہ تراجم سب سے زیادہ ہونے والا ترجمہ یہ ہے۔

”آپ فرمادیجیے اس (تبلیغ رسالت) پر میں تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا، قرابت کی محبت کے سوا“ (احمد سعید کاظمی)

پھر اس مفہوم پر مشتمل ترجمہ کے متعدد تفسیری مطالب بیان کیے گئے۔ یہ مطالب بیان کرنے والے پیر محمد کرم شاہ الازہری، ثناء اللہ امرتسری، محمد مالک کاندھلوی، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور مفتی احمد یار خان نعیمی ہیں۔ تاہم ہمارے نزدیک ان میں سب سے بہتر، معیاری بلکہ رائج تفسیری مطالب وہ ہیں جو پیر محمد کرم شاہ الازہری اور محمد علی نے بیان فرمائے ہیں۔ البتہ ترجمہ کی جامعیت کے پہلو سے امین احسن اصلاحی ان میں سرفہرست ہیں جن کا ترجمہ اپنے البلاغ مفہوم میں اتنا واضح، نمایاں اور قطعی ہے کہ اسے اصلاً کسی تفسیر کی ضرورت و حاجت نہیں، گویا آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے..... ذیل میں ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

”کہہ دو کہ میں اس پر تم سے کسی صلہ کا طلب تو ہوں نہیں، بس قرابت کا حق ہے، جو ادا کر رہا ہوں۔“

پھر اس جامع بلکہ منفرد ترجمہ پر ان کی تفسیر بلاشبہ سونے پر سہاگہ کا کام دے رہی ہے۔

الغرض ہمارے نزدیک ﴿المودة القربی﴾ کا صحیح اور کامل مفہوم وہی ہے جو پیر صاحب اور محمد علی کے..... تفسیری مطالب میں..... اور امین احسن اصلاحی کے ترجمہ اور تفسیر ہر دور میں، بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔

حوالہ جات

- ۱- تفسیر ثنائی، جلد ہفتم، ص ۸۹۔ میر محمد، کتب خانہ آرام باغ، کراچی، سنہ اشاعت درج نہیں۔
- ۲- تفسیر ماجدی، جلد دوم، ص ۹۷۔ (حاشیہ نمبر ۲۸) تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، سنہ اشاعت درج نہیں۔
- ۳- ایضاً
- ۴- معارف القرآن (مکملہ) جلد ہفتم، ص ۲۵۱۔ مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ، شہداد پور، سندھ، طبع دوم ۱۳۲۲ھ۔
- ۵- تفہیم القرآن، جلد چہارم، ص ۵۰۲ (حاشیہ نمبر ۴) مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، طبع ششم، ۱۹۷۴ء
- ۶- تذکر قرآن، جلد ہفتم، ص ۱۶۵۔ فاران فاؤنڈیشن، فیروز پور روڈ، اچھرہ، لاہور، طبع چہارم، ۸۸ء
- ۷- اردو ترجمہ قرآن، (سورۃ الشوریٰ مکیہ) ص ۸۶۶، پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ، کراچی نمبر ۵، سنہ اشاعت درج نہیں۔
- ۸- تذکر قرآن، جلد ہفتم، ص ۱۳۳، زیر عنوان، سورہ کا عمود اور زمانہ نزول۔ فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۸۸ء
- ۹- تفہیم القرآن، جلد چہارم ص ۵۰۱۔
- ۱۰- قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر، ص ۱۳۶۸۔ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، سنہ اشاعت درج نہیں۔
- ۱۱- معارف القرآن (مکملہ) ص ۲۵۵۔
- ۱۲- ضیاء القرآن جلد چہارم، ص ۳۷۶۔ (حاشیہ نمبر ۴۲) ضیاء القرآن پبلی کیشنز، سمج بخش روڈ، لاہور
- ۱۳- تفسیر یہ ہے ”میرے ساتھ رشتہ داری کے تعلقات اور قربت کی محبت کا تو لحاظ رکھا کرو۔ بالکل اغیار و اعداء نہ بن جاؤ“۔ بحوالہ تفسیر ثنائی، جلد ہفتم ص ۸۸۔
- ۱۴- تفسیر ثنائی، جلد ہفتم ص ۸۹۔
- ۱۵- معارف القرآن (مکملہ) جلد ہفتم، ص ۲۵۱۔
- ۱۶- ایضاً، ص ایضاً۔
- ۱۷- ایضاً، ص ۲۵۲۔
- ۱۸- ضیاء القرآن، جلد چہارم ص ۳۷۷۔
- ۱۹- خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص ۵۷۷، المجید داحمد رضا اکیڈمی، کراچی ۱۹۷۶ء
- ۲۰- تفسیر نور العرفان، ص ۷۷۷، پیر بھائی کمپنی لاہور۔
- ۲۱- مآخوذ از معارف القرآن (مکملہ) جلد ہفتم ص ۲۵۴۔
- ۲۲- معارف القرآن (مکملہ) جلد ہفتم، ص ۲۵۵۔

المودة فی القرآنی کا مفہوم

- ۲۳۔ ایضاً
۲۴۔ ایضاً، ص ۲۵۴-۲۵۵۔
۲۵۔ تفہیم القرآن، جلد چہارم، ص ۵۰۱-۵۰۲۔
۲۶۔ معارف القرآن (اردو ترجمہ قرآن) ص ۵۸۳، گلوبل اسلامک مشن، امریکا، ۲۰۰۱ء
۲۷۔ بیان القرآن، جلد دوم، ص ۱۲۲۲-۱۲۲۳۔ (حاشیہ نمبر ۲۹۶۵) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور
بار سوم، ۱۹۷۲ء
۲۸۔ تفسیر صغیر، ص ۶۴۰، ناشر وسنہ اشاعت درج نہیں۔
۲۹۔ تذکر قرآن، جلد ہفتم، ص ۱۶۵۔
۳۰۔ ایضاً، ص ۱۶۵-۱۶۶۔